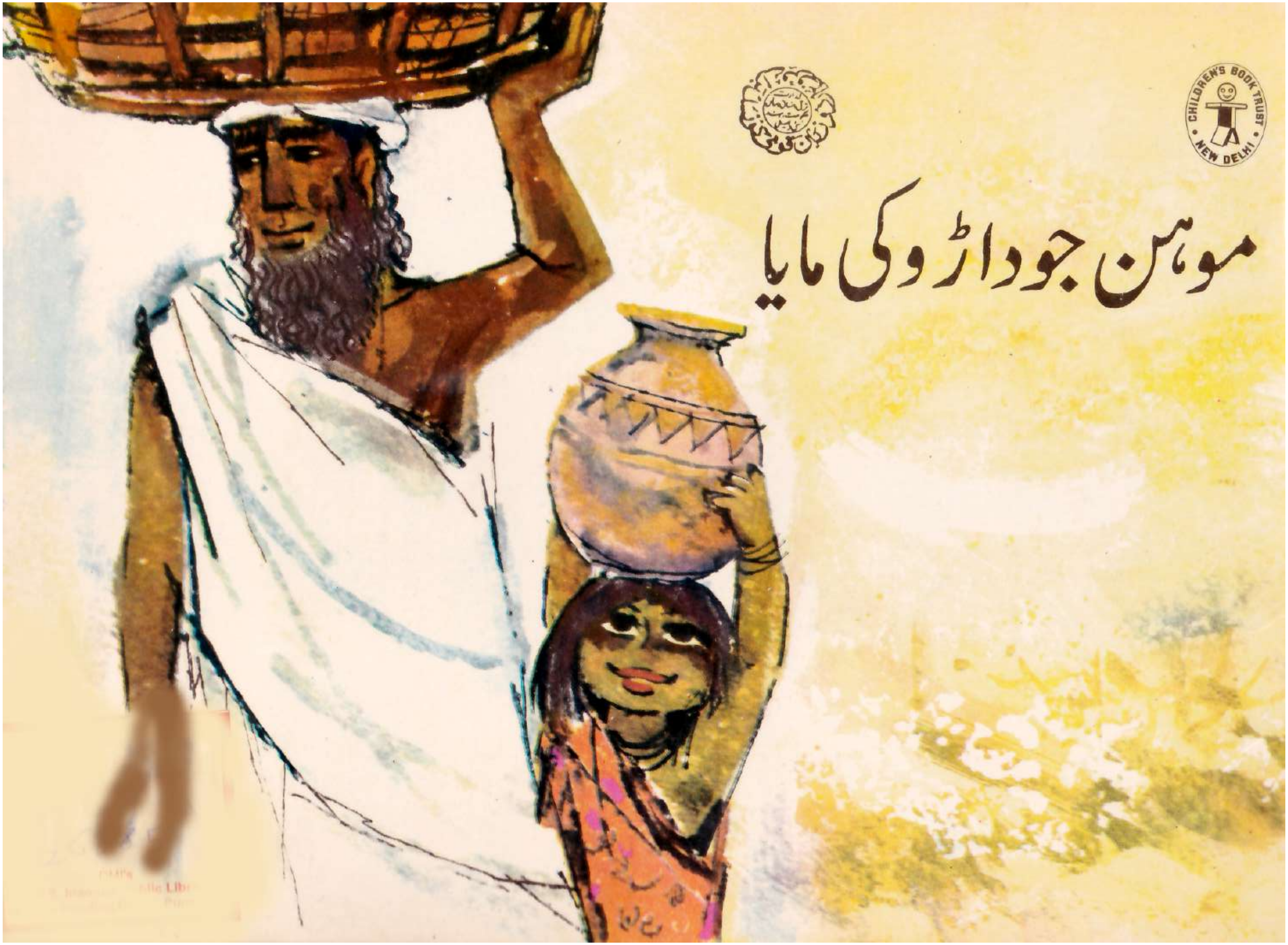
# موہن جوداڑو کی مایا

CHILDREN'S BOOK TRUST • NEW DELHI •



# موہن جوداڑو کی مایا


مصنف : ملک راج آنند

مترجم : کلیم اللہ

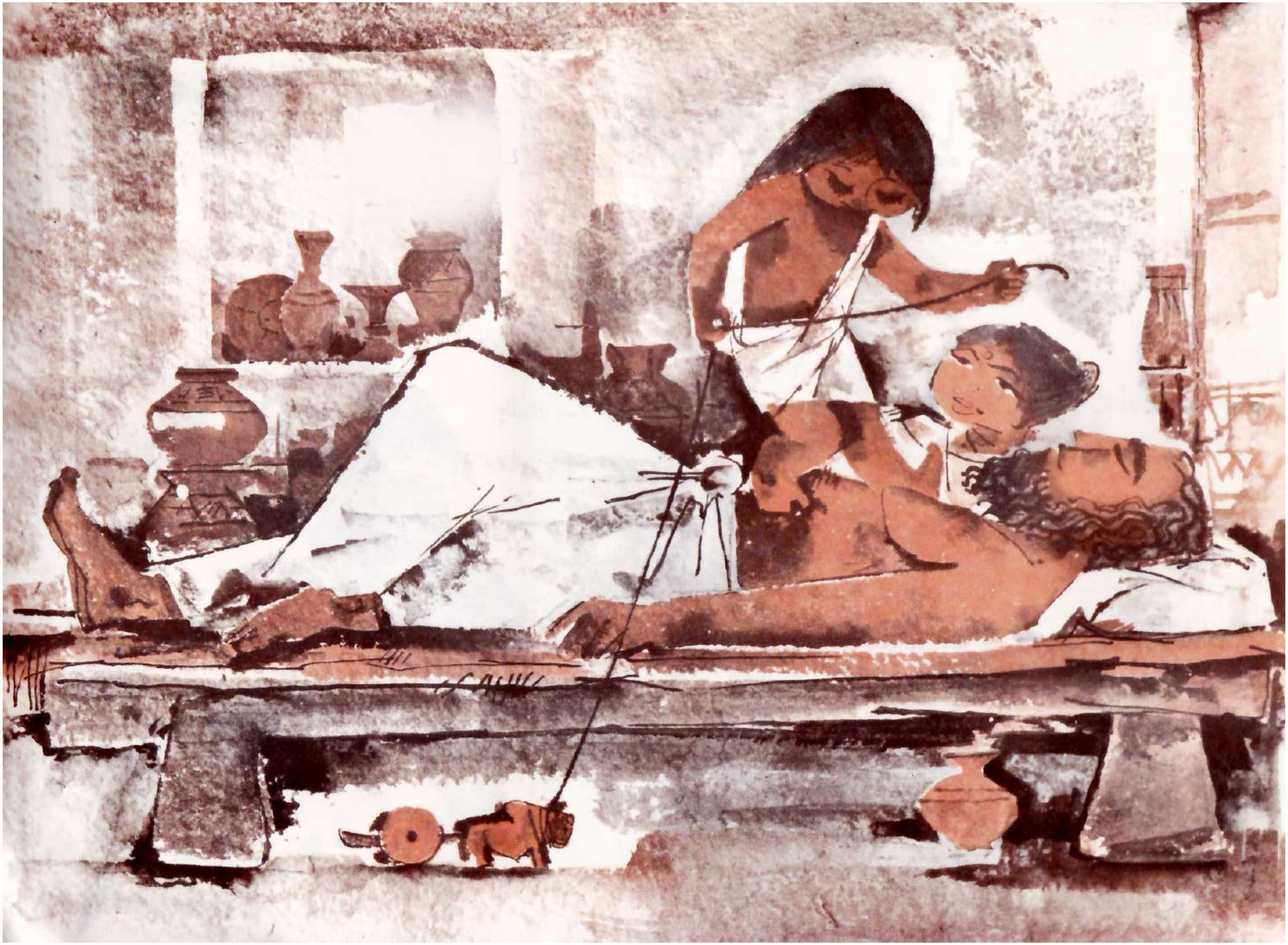
مصوّر : پُلک بسواس



قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

چلڈرن بک ٹرسٹ



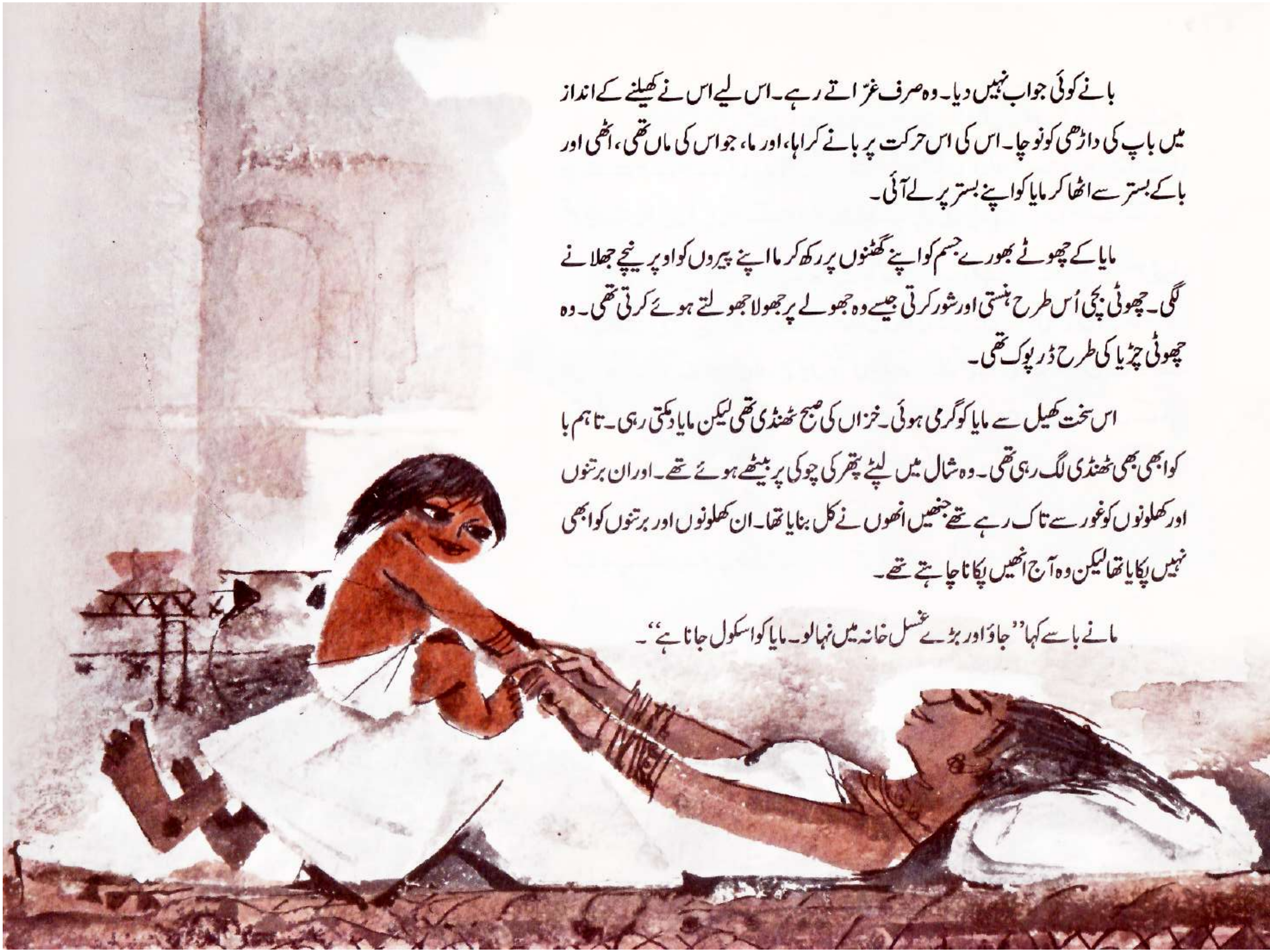



یہ پانچ ہزار برس پہلے کی بات ہے جب موہن جوداڑو میں صبح، سورج کی کرنوں کے چھو جانے سے سوئے ہوئے کمل کے پھول کھل اُٹھنے کی طرح ہوتی تھی اور کوّے روشنی دینے والے کی تعریف میں کائیں کائیں کرتے۔ مرد، عورت اور بچے اپنی اپنی چارپائیوں میں کنمنانے لگتے۔

چھوٹی مایا اپنے ماں باپ سے پہلے جاگ گئی تھی۔ وہ ٹھیک چھوٹے پھول کی پنکھڑی کی طرح دکھائی دیتی۔ پہلے پہل اس نے چھت میں لگی ہوئی بڑی بڑی لکڑی کی بلّیوں کو دیکھا اور پھر ان پر کھدے ہوئے پھولوں اور چڑیوں کو ٹکٹکی باندھ کر تکنے لگی۔ اس کے بعد اس نے خود سے باتیں کیں اور گانا گایا۔ اس کے گانے کی آواز تیز ہوئی اور اس کمرے تک پہنچی جہاں اس کے ماں باپ سوئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے تنہا محسوس کیا۔ اس لیے وہ اپنے کھٹولے سے نیچے اتری اور رسّی سے اپنے پیچھے کھلونا گاڑی کو کھینچتے ہوئے اپنے باپ کے بستر کی طرف بھاگی۔ وہ اپنے باپ کے پیٹ پر چڑھ گئی اور تنی ہوئی رسّی پر چلنے والے ڈانسر کی مانند اس پر چلنے کی کوشش کی۔

''با'' وہ اپنے باپ کو پکارتی۔ ''با''





بانے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ صرف غرّاتے رہے۔ اس لیے اس نے کھیلنے کے انداز میں باپ کی داڑھی کو نوچا۔ اس کی اس حرکت پر بانے کراہا، اور ما، جو اس کی ماں تھی، اٹھی اور باکے بستر سے اٹھا کر مایا کو اپنے بستر پر لے آئی۔

مایا کے چھوٹے بھورے جسم کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر ما اپنے پیروں کو اوپر نیچے جھلانے لگی۔ چھوٹی بچی اُس طرح ہنستی اور شور کرتی جیسے وہ جھولے پر جھولا جھولتے ہوئے کرتی تھی۔ وہ چھوٹی چڑیا کی طرح ڈرپوک تھی۔

اس سخت کھیل سے مایا کو گرمی ہوئی۔ خزاں کی صبح ٹھنڈی تھی لیکن مایا دمکتی رہی۔ تاہم با کو ابھی بھی ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ وہ شال میں لپٹے پتھر کی چوکی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان برتنوں اور کھلونوں کو غور سے تاک رہے تھے جنھیں انھوں نے کل بنایا تھا۔ ان کھلونوں اور برتنوں کو ابھی نہیں پکایا تھا لیکن وہ آج انھیں پکانا چاہتے تھے۔

مانے باسے کہا "جاؤ اور بڑے غسل خانہ میں نہالو۔ مایا کو اسکول جانا ہے"۔



مایا اپنی مٹی کی گاڑی اور مٹی ہی کے بنے ہوئے جانوروں کے کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔ لیکن جب اس کی ماں نے نہانے کو کہا تو وہ دوڑی ہوئی آئی اور ماں کی گردن میں اپنی باہیں ڈال دیں۔

''آؤ، با، ہم نہانے چلیں'' اس نے کہا۔

با نے مایا کو فراک اور شلوار پہنائی اور وہ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

موہن جوداڑو شہر کا غسل خانہ ایک حوض تھا جو بڑی موٹی موٹی دیواروں سے گھرا تھا۔ اس میں چار دروازے تھے۔ ایک شمال کی طرف، دوسرا جنوب کی طرف، تیسرا مشرق کی طرف اور چوتھا مغرب کی طرف لگا ہوا تھا۔ حوض کے چاروں طرف برآمدے، کمرے، گلیارے اور بڑے بڑے ہال تھے۔ ایک کمرے میں ایک کنواں تھا اور اس میں سیڑھیاں تھیں جو اوپر کے کمروں کو جاتی تھیں۔

غریب لوگ یہاں آتے تھے۔ کمہار، لوہار، جولاہا، رنگریز اور اسکول کے ماسٹر غریب تھے اور ان کے گھروں میں خود کے غسل خانے نہیں ہوتے تھے۔ صرف امیر تاجروں کے گھروں میں بڑے بڑے غسل خانے ہوا کرتے تھے۔ اس طرح یہ بڑا غسل خانہ لوگوں کے ملنے جلنے کی جگہ تھی۔





مایا کے لیے بھیڑ کو دیکھنا جوشیلی بات تھی۔ مرد اور عورتیں تازے پانی میں ڈبکیاں لے رہے تھے۔ کچھ اپنے آپ کو گرم رکھنے کی خاطر چھوٹے چھوٹے منتر پڑھ رہے تھے۔ دوسرے کچھ درگاماں کے نام کو دہرا رہے تھے تاکہ وہ ان سے ناراض نہ ہوں۔ مایا فوراً پانی میں جانا چاہتی تھی۔ اس نے با کی بانہوں سے کودنے کی کوشش کی اور قریب قریب پانی میں گر گئی۔ با اسے مضبوطی سے پکڑے رہے اور تھوڑا سا صبر کرنے کے لیے کہا۔

با نے خاموشی سے اپنی شال اور جوتے محفوظ رکھنے کے لیے غسل خانہ کے محافظ کو دے دیے۔ انھوں نے اسے مایا کے کپڑے بھی رکھنے کے لیے دیے۔ تب وہ سیڑھیوں سے جو چبوترے سے نیچے تک جاتی تھی، پانی میں اترے۔ با نے اپنی پھیلائی ہوئی ہتھیلیوں پر مایا کو رکھا اور اسے تیرنا سکھانے کی کوشش کی۔ جب وہ چھوٹی بچی اپنے ہاتھوں اور پیروں کو ہلاتی تو پانی کو چھپ چھپاتی۔ با یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ خود سے تیر سکتی ہے کہ نہیں جب اپنے ہاتھوں کو تقریباً ہٹا لیا تو وہ خوشی اور خوف سے چلاّئی۔ ما نے مٹی کے اس خاص برتن میں مسور اور چاول کی کھچڑی پکائی تھی جسے با نے ایک برس قبل اس کے لیے بنایا تھا۔ بڑے باورچی خانے میں ڈھیر سارے برتن تھے جنھیں با نے بنایا تھا۔ ان میں سے کچھ چاول یا آٹا رکھنے کے لیے تھے۔ تیل کو پتلے منہ والے چوڑے برتن میں رکھا جاتا تھا۔





مایاباورچی خانے میں با کے بغل میں بیٹھی اور مٹی کے پیالے میں کھچڑی کھائی۔

تب اس نے ما کو ہاتھ اور منھ دھونے دیا حالاں کہ وہ اس وقت روتی تھی جب ماسیسے سے بنی ہوئی چھوٹی تیلی سے اس کی آنکھوں میں سرما لگاتی تھی۔ اس کے بجائے وہ اپنی مانگ میں ماں کے سندور کو لگانا اور ماں کی پیڑ کی چھال والی لالی سے اپنے ہونٹوں کو رنگنے کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ وہ تمام سرخ چیزوں کو پسند کرتی تھی۔

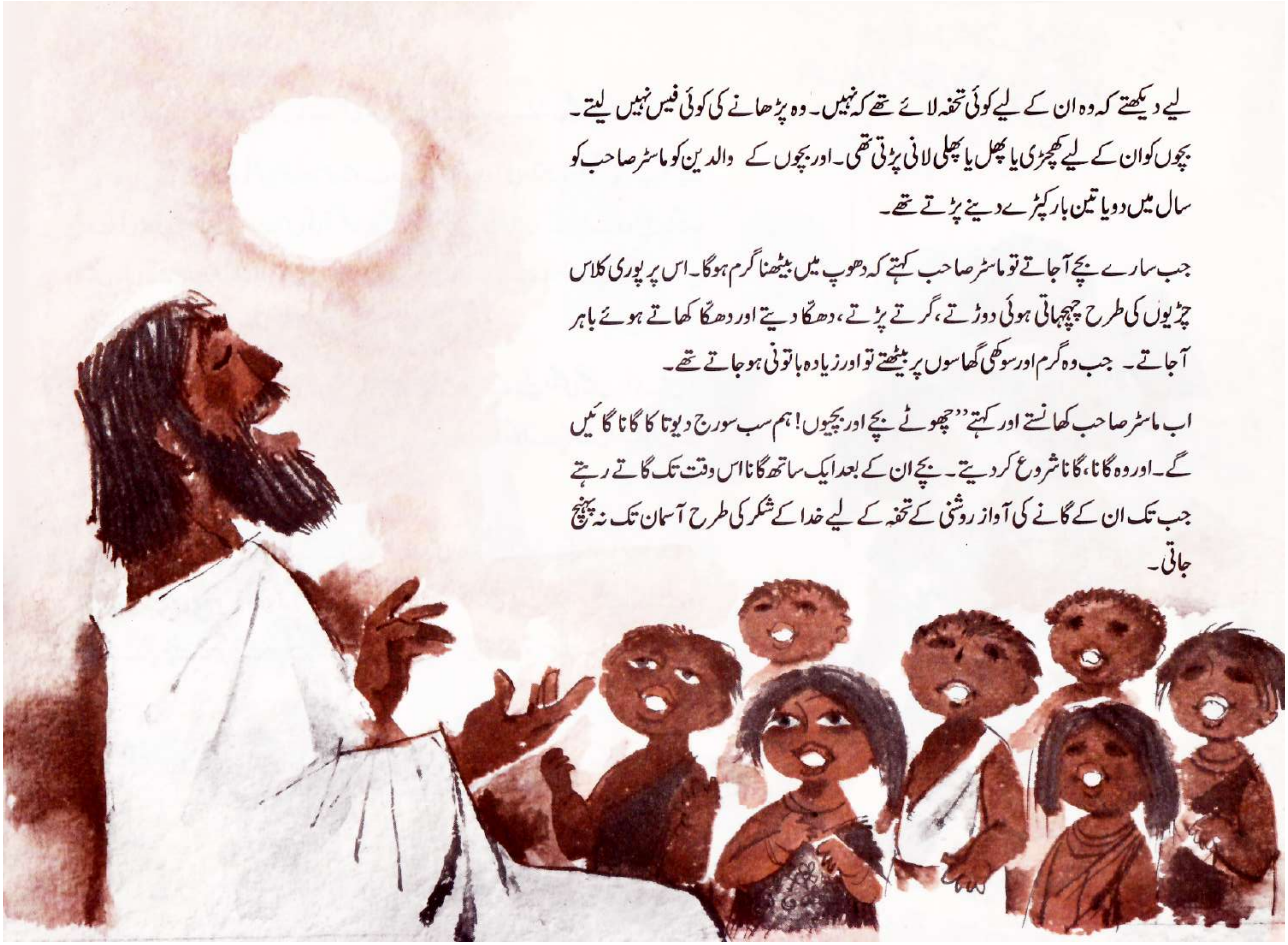
لیکن ما نہیں سوچتی تھی کہ یہ چیزیں چھوٹی لڑکیوں کے لیے اچھی تھیں۔ ایک ہلکی سی تھاپ دے کر وہ اسے اسکول بھیج دیتیں۔ دو چھوٹی لڑکیاں ٹوٹو اور کوکو اسے پکارتیں اور مایا ان کے ساتھ اسکول چل دیتی۔

بچوں کو اسکول بلانے کے لیے کوئی گھنٹی نہیں تھی اور نہ ہی اسکول کے ماسٹر اس بات کو برا مانتے اگر بچوں کو دیر ہو جاتی۔ اسکول کے کمرے کے آخر میں بلیک بورڈ پر لکھنے کے لیے وہ چبوترے پر بیٹھتے۔ ہر وقت جب کچھ بچے کمرے میں داخل ہوتے تو اسکول ماسٹر یہ دیکھنے کے

لیے دیکھتے کہ وہ ان کے لیے کوئی تحفہ لائے تھے کہ نہیں۔ وہ پڑھانے کی کوئی فیس نہیں لیتے۔ بچوں کو ان کے لیے کھچڑی یا پھل یا پھلی لانی پڑتی تھی۔ اور بچوں کے والدین کو ماسٹر صاحب کو سال میں دو یا تین بار کپڑے دینے پڑتے تھے۔

جب سارے بچے آجاتے تو ماسٹر صاحب کہتے کہ دھوپ میں بیٹھنا گرم ہوگا۔ اس پر پوری کلاس چڑیوں کی طرح چہچہاتی ہوئی دوڑتے، گرتے پڑتے، دھکّا دیتے اور دھکّا کھاتے ہوئے باہر آجاتے۔ جب وہ گرم اور سوکھی گھاسوں پر بیٹھتے تو اور زیادہ باتونی ہو جاتے تھے۔

اب ماسٹر صاحب کھانستے اور کہتے ''چھوٹے بچے اور بچیوں! ہم سب سورج دیوتا کا گانا گائیں گے۔ اور وہ گانا، گانا شروع کر دیتے۔ بچے ان کے بعد ایک ساتھ گانا اس وقت تک گاتے رہتے جب تک ان کے گانے کی آواز روشنی کے تحفہ کے لیے خدا کے شکر کی طرح آسمان تک نہ پہنچ جاتی۔





اس کے بعد ماسٹر بچوں سے ایک سے سولہ تک کی گنتی گننے کے لیے کہتے۔

تب انھیں مٹی کی گڑیوں اور جانوروں کو بنانے کی اجازت دی جاتی۔ مایا تمام بچوں میں انھیں بہتر بناتی کیوں کہ وہ اپنے والد کو مٹی کی گڑیوں اور جانوروں کو بناتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔

اس کے بعد استاد انھیں پرانے برگد کے پیڑ کی جھاڑ میں آنکھ مچولی کھیلنے کے لیے بھیج دیتے۔ اور دوپہر تک انھیں گھر جانے دیتے۔

دوپہر میں ہوا بند تھی۔ کچھ چیلیں آسمان کا چکر لگا رہی تھیں۔ جب مایا اسکول سے گھر آئی تو با دھوپ میں اپنے چاک پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ چاک کو اس وقت تک دیکھنا پسند کرتی جب تک وہ گھومتا رہتا تھا اور با کی کاریگر انگلیوں کے بیچ برتنوں کی ڈھلائی ہوتی رہتی تھی۔

وہ چاک کے بغل میں بیٹھنا اور با جو کچھ کرتے تھے، کو کرنا چاہتی تھی۔

لیکن ماں نے اسے آنے اور گرم دودھ پینے کے لیے بلایا۔ ماں نے لمبے منھ والے برتن میں دودھ کو انڈیلا جسے بانے خاص طور پر مایا کے دودھ پینے کے لیے بنایا تھا۔ لیکن مایا دودھ کے اوپر ملائی کو پسند نہیں کرتی تھی اور وہ بھاگ جانا چاہتی تھی۔ لیکن ما اسے دودھ پلاتی اور دودھ پلانے کے دوران کہانی سناتی رہتی۔

"اگر تم ایک اچھی لڑکی ہو" ما کہتی "تو میں تمھارے لیے ایک کپ بناؤں گی، ایک دستے والا کپ۔ اگر تم کپ میں دودھ پیوگی تو تمھیں دودھ پینے میں مزہ آئے گا۔"

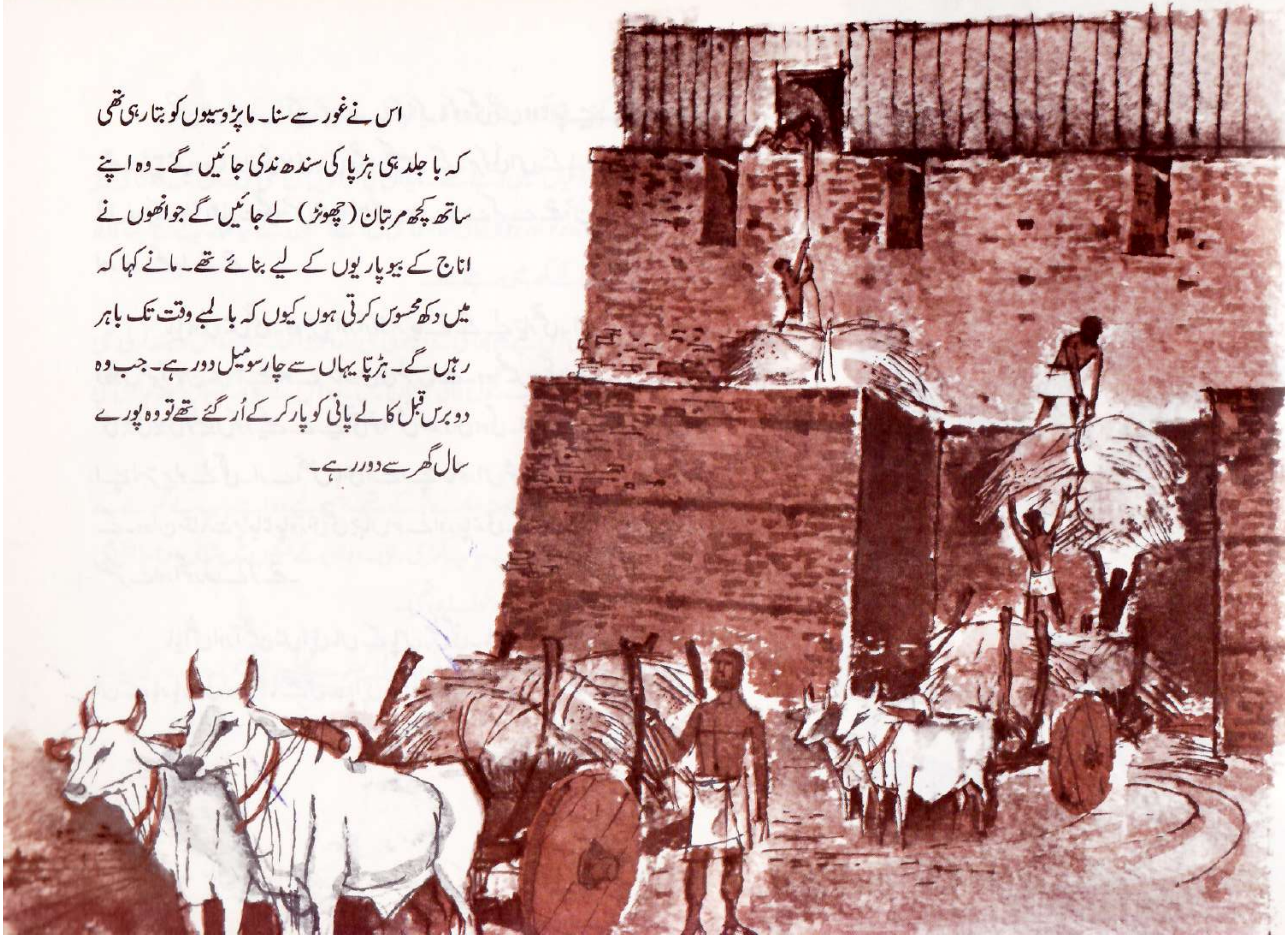
"میرے لیے ابھی کپ بناؤ" مایا کہتی۔

لیکن تب ما، مایا کو اٹھاتی اور اسے بستر پر رکھتی کیوں کہ یہ اس کے دوپہر کے بعد کے آرام کرنے کا وقت ہوتا۔

مایا بے چین تھی اور سو نہ سکی۔ وہ اپنی ماں کی باتیں جو وہ دوسری عورتوں سے کر رہی تھیں، کو سن سکتی تھی۔ وہ اپنی سوئی تاگے کے ساتھ آنگن میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب تک وہ اپنے کپڑوں پر کڑھائی کرتی رہتیں تب تک وہ باتیں کرتی تھیں۔ مایا کے نزدیک ان کی آوازیں سریلی موسیقی جیسی تھیں۔ آوازوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ بستر پر سنتی پڑی رہی۔ تب وہ یہ جاننے کے لیے مشتاق ہوگئی کہ وہ کس کے بارے میں باتیں کر رہی ہیں۔



اس نے غور سے سنا۔ ماپڑوسیوں کو بتا رہی تھی کہ با جلد ہی ہڑپا کی سندھ ندی جائیں گے۔ وہ اپنے ساتھ کچھ مرتبان (چھونڑ) لے جائیں گے جو انھوں نے اناج کے بیوپاریوں کے لیے بنائے تھے۔ ما نے کہا کہ میں دکھ محسوس کرتی ہوں کیوں کہ با لمبے وقت تک باہر رہیں گے۔ ہڑپا یہاں سے چار سو میل دور ہے۔ جب وہ دو برس قبل کالے پانی کو پار کر کے اُر گئے تھے تو وہ پورے سال گھر سے دور رہے۔





لیکن ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ ما کو دکھی نہیں ہونا چاہیے۔ باقسمت والے تھے۔ ہڑپّا میں وہ اناجوں کی بڑی بڑی کوٹھی دیکھیں گے۔ ہر کوئی اس کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ ایک بڑی عمارت تھی جس میں اڑتالیس بڑے بڑے کمرے تھے جن میں چاول، گیہوں اور جو رکھے جاتے تھے۔

مایا جوش میں تھی۔ وہ ہڑپّا اور اُراڑ کر جانے کے لیے تیار تھی۔ اس کے دماغ میں یہ دونوں شہر آسمان میں ناچتے ہوئے ستاروں کی طرح تھے۔ وہ انھیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ اناجوں کی بڑی بڑی کوٹھیوں کو دیکھنے کے لیے کتنی خواہش مند رہی ہوگی۔ اس نے بے چینی محسوس کی اور اپنے بستر پر لوٹنے لگی۔ ارے، محض باہی اسے اپنے ساتھ اس شہر سے دوسرے شہر لے جا سکیں گے۔ وہ ان مقامات پر جانا چاہ رہی تھی جہاں سونے اور چاندی کے کھلونے تھے۔ انناس، تربوز، سنترے اور انگور کھانے کو تھے۔

مایا اٹھی اور آنگن میں اپنی ماں کے پاس چلی گئی۔ ما اب بھی باتیں کر رہی تھیں لیکن مایا ان سے بار بار سوئی اور تاگا مانگنے لگی۔ وہ اپنی ماں کی طرح کپڑے پر نقش ونگار بنانا چاہتی تھی۔

مانے اسے ایک کپڑے کا ٹکڑا، سوئی اور تا گا دیا اور مایا نے سینے کی کوشش کی۔

صحن کے باہر بچے گولیاں کھیل رہے تھے۔ مایا ان کی آوازیں سن سکتی تھی۔ ان میں وہ را کی تیز آواز بھی سن سکتی تھی جو ٹوٹو اور کوکو کا بھائی تھا اور اُس صبح اسے اسکول لے گیا تھا۔ یہ تینوں ایک جولا ہے کے بچے تھے جو اگلے گھر میں رہتے تھے۔

مایا را سے ملنا چاہتی تھی اسی لیے وہ بھاگی۔ وہ چھوٹی تھی اور وہ بڑا تھا۔ لیکن وہ اس کو پسند کرتی تھی کیوں کہ اس کے پاس پیارے رنگوں والی گولیاں تھیں۔ وہ اس کے ساتھ گولیاں کھیلنا چاہتی تھی اور را کو چھونا بھی۔

لیکن وہ شرمائی کیوں کہ وہاں بہت سارے لڑکے تھے۔ اس لیے وہ اپنے باپ کے کمرے کے لکڑی کے دروازے سے لگی چپ چاپ کھڑی رہی۔ وہ ان کے کھیلوں میں شامل ہونا چاہتی تھی مگر وہ ان کی کرخت آوازوں سے خوف زدہ تھی۔

تب ٹوٹو اور کوکو آئیں۔ وہ کئی رنگوں والی روئی دار اونی گیند سے کھیل رہی تھیں۔ ارے، کتنی پیاری گیند ہے! اس میں قوسِ قزح کے سارے رنگ موجود تھے۔





''اسے مجھے پھینکو۔'' مایا نے کہا۔

تب لڑکیوں نے گیند اس کی طرف پھینکی۔ مایا نے گیند پکڑ لی اور ہوا میں اچھال دی۔ اور وہ اسے دوبارہ پکڑنے کے لیے دوڑی مگر نہ پکڑ سکی۔ گیند زمین پر گر پڑی۔ تب راکا کتا کالو آیا اور گیند کے پیچھے دوڑنے لگا۔ کالو نے گیند پکڑی اور اپنے منہ میں لے کر بھاگا۔

تینوں لڑکیوں نے کالو کا پیچھا کیا۔ انھوں نے اسے پکڑا اور اس کے منہ سے گیند کو لے لیا۔ پھر وہ ایک دوسرے کو گیند اچھالنے کی کوشش کرنے لگیں۔ لیکن ہر بار وہ گیند کو پھینکتیں اور کتا اسے لے کر چمپت ہو جاتا۔





اس لیے انھیں بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑنا پڑتا۔ وہ دوڑتے رہے اور جلد ہی بہت گرمی محسوس کی۔ انھیں پسینہ آرہا تھا۔ آخرکار وہ بیٹھ گئے۔ وہ تھکے تھے لیکن خوش تھے۔

مایا کی ماں نے ان سب کو پکارا اور انھیں کھانے کے لیے تازے سنترے دیے۔ مایا نے اپنے سنترے کو ہوا میں اچھال دیا اور اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ اس کی ماں نے اسے ڈانٹا۔

''میں سنترے کا ناچ دیکھنا چاہتی ہوں''۔ بچی نے کہا۔

''سنترے ناچتے نہیں ہیں'' ماں نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ ناچتے ہیں''، مایا نے کہا

لیکن اس کے باوجود وہ بیٹھ گئی اور سنترے کو چھیلا اور اپنی ماں کی طرح اسے نمک اور کالی مرچ کے ساتھ کھایا۔

شام ہوگئی تھی۔ با ان کھلونوں اور برتنوں کو پکا چکے تھے جو انھوں نے کل بنائے تھے۔ اب وہ انھیں بازار میں لے جاکر بیچنے کے لیے تیار تھے۔

مایا نے کہا وہ بھی چلے گی۔

''تم اس کو لے جاسکتی ہو، مایا'' با نے کہا اور انھوں نے ایک پکا ہوا گھڑا اس کے سر پر رکھ دیا۔

تب انھوں نے پکے ہوئے برتنوں اور کھلونوں کی ایک ٹوکری اٹھائی اور اپنے سر پر رکھا۔ موہن جو داڑو شہر کے بیچ میں واقع بازار کے لیے وہ ساتھ ساتھ چل دیے۔ انھوں نے دیکھا کہ کچھ گوالے رات میں گایوں کو گھر لا رہے تھے۔





بااور مایانے جلد ہی گایوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ شہر کے بیچ سے چلنے لگے۔ وہ چوڑی سڑکوں کے نیچے تک گئے جب تک انھیں ایک پتلی گلی نہیں ملی۔ با پتلی گلی میں مڑ گئے۔

''ہم یہاں نیچے کیوں جا رہے ہیں'' مایا نے پوچھا۔

''یہ جلدی کا راستہ ہے'' بانے کہا۔ ''اگر ہم اس گلی سے نیچے جائیں گے اور داہنی طرف کی تیسری گلی لے لیں گے تو ہم شمال کی گلی میں نکلیں گے اور وہ شمال کی گلی ہمیں سیدھا بازار کے ہال تک لے جائے گی''۔

وہ بہت سی دوکانوں اور گھروں سے گذرتے ہوئے لگاتار چلتے رہے۔ آخر کار وہ بازار کی جگہ پر پہنچ گئے۔

یہاں بازار میں بہت زیادہ شور وغل تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کئی بھیڑیں اور بکریاں ذبح کی جا رہی تھیں۔ لیکن یہ شور وغل بیوپاریوں کی باتوں اور چلّانے کا تھا جو اپنے اپنے سامانوں کو بیچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

با بھی چلّانے لگے۔

''مالکوں آیئے!'' وہ چلاّئے۔ آیئے رحم دل مالکوں! یہ کھلونا خریدیے۔ پیاری آواز کو سنیے جو یہ نکالتا ہے۔ آیئے، اپنے بچوں کے لیے کھلونے خریدیے۔''

مایا نے تجسس سے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ باتیں، ہنسی اور مول بھاؤ نے اس کے اندر جوش پیدا کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آوازیں اس کے اندر سے گزرتیں جس سے اس کے گالوں میں رنگ آجاتا تھا۔

مایا اپنے باپ کے کھلونے کی ٹوکری کے قریب کھڑی تھی۔ سبھی بچے مٹی کی چھوٹی گاڑیوں، جانوروں اور گڑیوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے اپنے باپ کے ہاتھ پکڑ کر آئے ہوئے تھے۔ لیکن جیوں ہی وہ کھلونوں کو دیکھتے، اپنے اپنے ابا کو رکنے کے لیے کہتے۔ بچّے کھلونوں کی تعریف کرتے تو مایا بہت خوشی محسوس کرتی کہ اس نے ان کھلونوں میں سے کچھ کو بنانے میں اپنے باپ کی مدد کی تھی۔

دوکان دار زور زور سے چلاّ رہے تھے۔ مایا اپنے باپ سے کچھ لمحوں کے لیے الگ ہوگئی اور دوسری دوکانوں کو دیکھنے چلی گئی۔





ایک دوکان پر ہر قسم کے چاقو تھے۔ چھوٹے بھی، بڑے بھی۔ استرے، ہنسیے، کٹیا، بسولی، گڑاسا اور آرے وغیرہ بھی تھے۔ اور اسی دوکان پر ہر قسم کی کلہاڑیاں تھیں جن میں کچھ تانبا یا جستے کی بنی ہوئی تھیں۔

دوسری دوکان پر پتھر کی بنی ہوئی بہت ساری چیزیں تھیں۔

اس سے اگلی جو دوکان تھی وہ ربن، بروچ اور بالوں کی پن بیچتی تھی۔

''میں بڑی کب ہوں گی'' مایا نے اپنے آپ سے کہا۔ ''میں ان تمام چیزوں کو خریدوں گی۔''

''اس طرف آؤ! ان کو دیکھو جو اپنے اپنے سر ہلاتے ہیں!'' ایک نے زوردار آواز لگائی۔

مایا مڑی۔ تب وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ اس دوکان پر کتے، گائیں، بکریاں، بھیڑیں، بندر، ہاتھی، چیتے، بھالو اور ہرن کے کھلونے تھے اور وہ سبھی کھلونے اپنے اپنے سروں کو ہلا رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس دوکان پر ہر قسم کی چڑیاں جیسے مور، الّو، عقاب اور ہنس بھی تھے جو اپنے اپنے سروں کو ہلا رہے تھے۔

''وہ پیارے پیارے ہیں''۔ مایا چلاّئی۔

اس نے تمام جانوروں کو دیکھا اور خواہش کی کہ کاش وہ ان میں سے ایک کو خرید سکتی۔ وہ باسے اپنے لیے ان میں سے ایک کھلونا خریدنے کے لیے کہے گی۔ اس نے اپنا ذہن بنانے کی کوشش کی کہ آیا وہ ایک ہاتھی یا مور کے لیے کہے۔ لیکن تبھی وہ اگلی دوکان کو دیکھنے لگی جس میں اونی چیزیں اور نائلون کی گڑیاں تھیں۔ اور نائلون گڑیوں کے آگے روئیں والی رنگ دار گیندیں تھیں۔

گیند! یہ تو وہی چیز تھی جسے وہ چاہتی تھی۔ وہ باسے ہاتھی کے لیے نہیں کہے گی۔ وہ باسے ایک گیند کے لیے کہے گی۔ وہ گیند جو اتنی رنگوں والی، ملائم اور روئیں دار تھی اور ٹوٹو اور کوکو کی روئیں دار گیند سے بہتر بھی۔

وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئی اور کہا، با میں ایک روئیں دار گیند چاہتی ہوں۔''

اور جب مایا نے محسوس کیا کہ اسے ایک روئیں دار گیند چاہیے، ٹھیک اسی لمحہ اس کے باپ نے کہا ''آؤ، میری بچّی، اب ہمیں گھر چلنا چاہیے''۔





''میں اس گیند کو لینا چاہتی ہوں''
اس نے پھر کہا۔ ''کل ،میری بچی''، بانے
کہا۔''کل میں تمہارے لیے ایک روئیں دار
گیند خریدوں گا۔کل درگا ماں کا تہوار ہے اور
میں اپنے سارے کھلونے اور برتن بیچ لوں
گا۔''

''میں ابھی ہی گیند چاہتی ہوں''، مایا
نے پکی طرح سے کہا۔

''آؤ، ہم گھر چلیں''، بانے چڑ چڑا
کر کہا۔

مایا نے چلاّنا شروع کیا۔ بانے دکھ
محسوس کیا۔ مایا کو چلاّتے دیکھنے سے ان کے
دل کو چوٹ لگتی تھی۔

وہ اس دوکان پر گئے جہاں اونی
چیزیں بیچی جاتی تھیں۔ ایک روئیں دار گیند

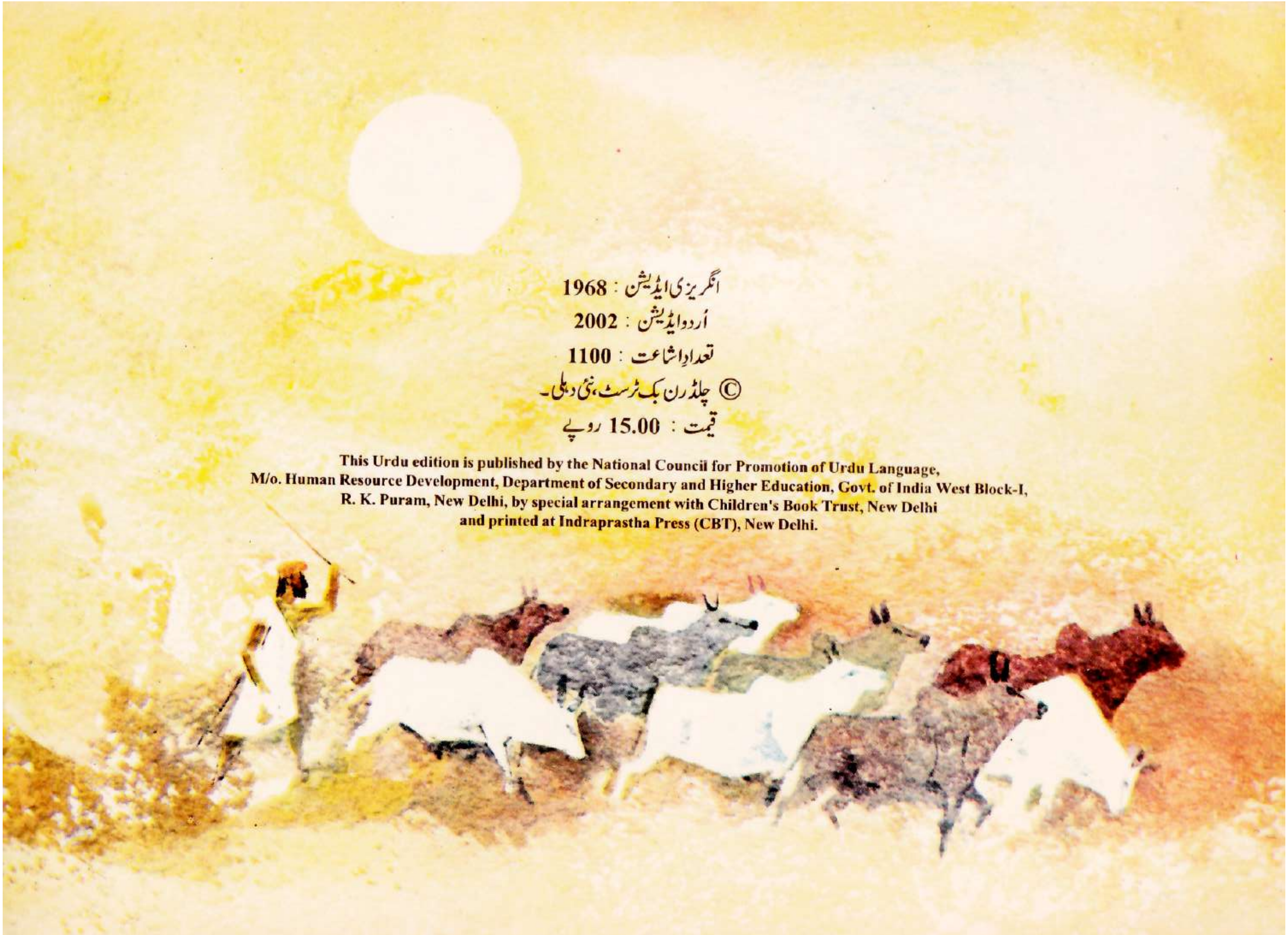
کے بدلے میں انھوں نے اپنے مٹی کے کھلونوں میں سے ایک چھوٹی گاڑی کو دیا جسے دو بیل کھینچ رہے تھے۔ انھوں نے گیند کو لیا اور اسے مایا کو دے دیا۔

مایا کی روئیں دار گیند، اس گیند سے بڑی تھی جس سے وہ اپنے دوست ٹوٹو اور گُوگُو کے ساتھ سہ پہر میں کھیل چکی تھی۔ وہ ان کے جیسی گیند پا کر کتنا خوش تھی جو ان کی گیند سے بڑی اور کئی رنگوں والی تھی۔ وہ خوشی سے پھولی ہوئی تھی۔ جب اس کے باپ اسے گھر لے کر چلے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خوشی اس کے اندر ایک نغمے کی طرح گنگنا رہی تھی۔

اس نے گھنے پیڑوں کے پیچھے بڑے نارنگی سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ یہ دوسری گیند تھی! اس کے باپ چلتے رہے اور جس وقت وہ گھر پہنچے اس کی آنکھیں نیند سے آدھی مندی ہوئی تھیں۔

وہ اس قدر نیند میں تھی کہ اب اسے کوئی بھی چیز جگائے ہوئے نہیں رکھ سکتی۔ اس کے چاروں طرف ڈبریاں جلائی گئی تھیں اور ہر جہت سے شام کی عبادتوں اور بھجنوں کی آوازیں تاریک ہوتے ہوئے آسمان تک اٹھیں۔ لیکن مایا اپنی کھٹولے پر لیٹی ہوئی تھی اور گیند اس کی بغل میں پڑی تھی۔ وہ اس عجیب وغریب اپنی روئیں دار گیند کے بارے میں خواب دیکھ رہی تھی جو بہت ملائم، دائرہ نما اور رنگوں سے بھری ہوئی تھی۔






انگریزی ایڈیشن : 1968

اُردو ایڈیشن : 2002

تعدادِ اشاعت : 1100





قیمت : 15.00 روپے

**This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language, M/o. Human Resource Development, Department of Secondary and Higher Education, Govt. of India West Block-I, R. K. Puram, New Delhi, by special arrangement with Children's Book Trust, New Delhi and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.**